ابنِ خدا

مینارِ کتب

اِبنِ خُدا

میں

خُدا کا انکشاف

مُصنّف

ارنسٹ جان

مترجم

ڈبلیو۔ ڈی۔ چوہدری ایم۔ اے

ناشرین

ایم۔ آئی۔ کے، ۳۶ فیروز پور روڈ لاہور

بار ــــــــــــــ بارہ
تعداد ــــــــــــــ ایک ہزار
قیمت ــــــــــــــ ۶ روپے

سنہ ۲۰۰۲ء

مینیجر ایم۔ آئی۔ کے ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور نے مکتبۂ جدید پریس، لاہور
سے چھپوا کر شائع کیا۔

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	دیباچہ۔	۴
۱	بائبل مُقدّس میں لفظ بیٹے کے مختلف معنی۔	۵
۲	بائبل مُقدّس میں لقب ابنِ خُدا کا استعمال اور مطلب۔	۶
	ا۔ کتابِ مُقدّس میں لقب ابنِ خُدا کا عام استعمال۔	۶
	ب۔ کتابِ مُقدّس میں لقب ابنِ خُدا کا خاص استعمال۔	۹
۳	جنابِ ابنِ خُدا کا تجسّم اور زمینی خدمت۔	۱۲
۴۔	جنابِ ابنِ خُدا کا حقیقی اور کامل مکاشفہ۔	۲۱
	ا۔ ابنِ خُدا اور دُنیا کی تخلیق۔	۲۱
	ب۔ ابنِ خُدا میں مخلوقات کے ساتھ خُدا کا تعلق۔	۲۳
	ج۔ ابنِ خُدا میں خُدا کا شخصی ظہور۔	۲۷
	د۔ خُدا مُظہر اور مَظہر کی حیثیت میں۔	۲۸
	ہ۔ خُدا کے انکشاف کا مقصد۔	۲۹
	و۔ مکاشفہ اور خُداوند کا جاہ و جلال اور اُس کا اقتدارِ اعلیٰ۔	۳۱
۵	نتیجہ۔	۳۶

دیباچہ

انجیلِ مُقدّس میں حضرت عیسیٰ کو جتنے بھی ناموں سے پُکارا گیا ہے اُن میں سے کسی کے متعلق بھی اِتنی غلط فہمی پیدا نہیں ہوئی جتنی کہ اِبنِ خُدا کی اصطلاح کے متعلق۔ اِس غلط فہمی کے ذمہ دار کسی حد تک مسیحی بھی ہیں کیونکہ وہ اِس مسئلے کو موزوں اور مکمل طور پر بیان کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ چونکہ "اِبنِ خُدا" کا مفہوم سمجھنا ذرا مشکل ہے، اِس لئے انصاف کی رُو سے غیر مسیحی دوستوں سے درخواست ہے کہ وُہ اپنے مسیحی بھائیوں کی بات غور سے سُنیں اور اُس پر بِلا تعصّب سوچیں۔ اگرچہ وہ مسیح کے اِس لقب کو اور اُس کے متعلق مسیحیوں کے نظریّہ کو رَدّ بھی کر دیں تو بھی یہ اُن کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ جانیں اور پہچانیں کہ کِس بات کو رَدّ کر رہے ہیں۔

بائبلِ مُقدّس میں لفظ "بیٹے" کے مختلف معنی

آئیے پہلے ہم لفظ "بیٹے" کے مفہوم پر غور کریں۔ جس طرح کہ روزمرّہ کی زبان میں "بیٹے" کے کئی ایک مطلب لئے جاتے ہیں، اُسی طرح بائبلِ مُقدّس میں بھی "بیٹے" کا لفظ مُختلف معنوں میں استعمال ہُوا ہے مثلاً

ا۔ اصولِ تولید کے مطابق ایک شوہر اور بیوی کے ملاپ سے بیٹا پیدا ہو سکتا ہے۔ "بیٹے" کا یہ مطلب بہت ہی صاف اور عام فہم ہے۔ اسی طرح حضرت یعقوب کی (جن کو اسرائیل کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے) اولاد کو اسرائیل کے بیٹے اور بیٹیاں کہا جا سکتا ہے۔

ب۔ پرانے زمانے میں جو لوگ "اسور" کے شہر میں یا اس کے گرد و نواح میں رہتے تھے ان کو "اسوری" یا "اسور" کے بیٹے کہا جاتا تھا گویا کہ "اسور" کا شہر اُن کی والدہ تھی۔

ج۔ کسی گروہ یا انجمن کی رُکنیت کسی شخص کو اُس کا بیٹا کہلانے کا حقدار بنا سکتی ہے۔ مثلاً ایک نبی کو نبیوں کی جماعت کا بیٹا کہا جا سکتا ہے۔ اِسی طرح ایک فریسی کو (جو کہ یہودیوں کا مذہبی فرقہ تھا) فریسی فرقے کی اولاد کہا جا سکتا ہے۔

د۔ "بیٹے" کا لفظ اَور مضمون میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص بدکار ہو تو اسے بدی کا فرزند کہا جا سکتا ہے۔ بائبل مُقدّس میں بعل زبُول یعنی شیطان کے فرزند کا لفظ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح نور کے فرزندوں، تاریکی کے فرزندوں،

غضب کے فرزندوں وغیرہ کا بھی ذکر آتا ہے۔ چونکہ ایک شخص بدی کرتا ہے لہٰذا وُہ گویا شیطان بن جاتا ہے۔

ذرا سوچیئے اگر کسی شخص کو شیطان کا فرزند کہیں تو کیا کبھی ہم نے پوچھا ہے کہ شیطان کی بیوی کون تھی ؟ یا اگر کسی شخص کو ابنُ الوَقت یا ابُوجہل کہہ کر پکاریں تو کیا وقت کی بیوی یا جہالت کی بیوی کی ضرورت پڑتی ہے ؟

لہٰذا ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ صرف اُسی کو بیٹا نہیں کہتے جو میاں بیوی کے تعلقات کی بنا پر پیدا ہُوا بلکہ بیٹے کا لفظ کئی اَور معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

نوٹ :۔ میاں بیوی کے تعلقات سے پیدا شدہ کو بیٹا کہتے ہیں لیکن ابن کا لفظ دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہو سکتا ہے ۔ قرآن شریف میں بھی ابنُ السَّبیل یعنی راہ کے بیٹے کا ذکر ہے۔

بائبل مُقدّس میں لقب "ابن خدا" کا استعمال اور مطلب

اب ہم "خدا کے بیٹے" کے معنوں پر غور کریں گے اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھیں گے کہ بائبل مُقدّس میں یہ لفظ کن کے لئے اور کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

ا۔ کتابِ مُقدّس میں لقب "ابنِ خُدا" کا عام استعمال

پُرانے عہد نامہ میں یہ نام ابنُ اللہ یا خُدا کا بیٹا

مُختلِف مَعنوں میں اِستعمال کیا گیا ہے ۔ مثلاً

ا ۔ اسرائیلی قوم کے لئے اس حیثیّت سے استعمال کیا گیا کہ وہ خدا کی برگزیدہ اور پیاری قوم تھی ۔ (بائبل مُقدّس، خروج ۴ : ۲۲؛ ہوسیع ۱۱ - ۱)۔

۲ ۔ اس موعودہ بادشاہ کے لئے استعمال کیا گیا، جو داؤد کے گھرانے سے ہونے والا تھا (۲۔سموئیل ۷ : ۱۴؛ زبُور ۸۹ : ۲۷)۔

۳ ۔ فرشتوں کے لئے استعمال کیا گیا (ایوب ۱ : ۶، ۳۸ : ۷)۔

۴ ۔ یہ لقب خُدا پرست لوگوں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے (پیدائش ۶ : ۱؛ زبُور ۷۳ : ۱۵؛ امثال ۱۴ : ۲۶)۔

اِن مُختلِف مثالوں میں "ابنِ خُدا" کا لقب بعض انسانوں یا گروہوں کے اُس خاص اور قریبی تعلق کو ظاہر کرتا ہے جو وہ خدا کے ساتھ رکھتے تھے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ مذکورہ بالا تمام صُورتوں میں اگرچہ "خدا کا بیٹا"، مخلوق ہوتا ہے، پھر بھی اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ نعوذُ باللہ خدا کی کوئی بیوی ہے جس سے بیٹا پیدا ہُوا ہو۔ خدا واحد ہے، وہ اپنے مذکورہ بالا بیٹوں کا معبُود ہے۔ لیکن جب ہم مصر، یونان اور روم وغیرہ کے قدیم زمانوں کی بابت سوچتے ہیں تو معاملہ مُختلِف نظر آتا ہے۔ اُس دنیا میں تو دیوتا، دیوتاؤں کے دیوتا اور دیوتاؤں کے بیٹے نظر آتے ہیں۔ اُن ملکوں کے رہنے والوں کا اعتقاد تھا کہ خاکی انسان فانی بھی ہو سکتا ہے اور دیوتا بھی، اور آسمانی دیوتا غیر فانی انسان بھی ہو سکتا ہے۔ دیوتاؤں اور انسانوں میں بہُت معمُولی سا فرق

تھا۔ ایک انسان دیوتا کا علم اور صفات حاصل کر کے دیوتا
بن سکتا تھا اور دوسرا انسان دوسرا جنم لے کر دیوتا کا
بیٹا بن سکتا تھا۔ ان دیوتاؤں کی سیرت انسانی کمزوریوں سے
آلودہ تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دیوتاؤں کی بیویاں ہوتی
ہیں، اور ان سے اولاد بھی پیدا ہوتی ہے جن کو
دیوتاؤں کے بیٹے کہا جاتا تھا۔ اس طرح دیویوں اور
دیوتاؤں کا لشکر وجود میں آگیا۔ مُلکِ عرب میں بھی یہی
حالت تھی۔ اسلام کے غلبہ سے پہلے اہلِ عرب کے بے شمار
دیوتا ہوتے تھے بلکہ یہ بھی مانا جاتا تھا کہ اللہ تعالےٰ کی
تین بیٹیاں ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں یاد رہے کہ (۱) دیوتاؤں کا تصوّر
یا یہ اعتقاد کہ ان کے بیویاں ہوتی ہیں اور ان سے بیٹے
اور بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں، مسیحی اعتقاد کے بالکل خلاف
ہے۔ یہ بات نہ اُن کی تعلیم کے مُطابق ہے اور نہ ہی
اُن کے کسی نوشتے میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی
شخص کہے کہ مسیحی اعتقاد کے مطابق خُدا کا بھی اس صورت
میں بیٹا ہے، جس صورت میں کہ یونانی اور عربی دیوتاؤں
کے بیٹے تصور کئے جاتے تھے تو یا تو وہ مسیحی تعلیم کو سمجھتا
ہی نہیں یا اُسے قصداً غلط رنگ میں پیش کرتا ہے۔ فیلو نام
ایک یہودی جو جناب یسوعؑ مسیح کا ہم عصر تھا اور جس پر یونانی
فلسفے کا کچھ حد تک اثر تھا، خُدا کی بیوی کے نظریے کی

تردید کرتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ نظریّہ کہ مریم مُقدّسہ کا
خُداوند تعالےٰ سے کوئی تعلق تھا اور اس سے اس کے
ہاں جناب یسوعؑ مسیح پیدا ہُوئے۔ مسیحیوں کے نزدیک ایک
بہت بڑا کُفر ہے۔ جہاں تک جسمانی اولاد کا تعلق ہے مسیحیّت
کی تعلیم یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نہ کسی سے پیدا ہُوا
ہے اور نہ کوئی اُس سے پیدا ہو سکتا ہے۔

مسیحی لوگ بعض غیر مسیحیوں کے اس نظریے کی بھی سختی
سے تردید کرتے ہیں کہ ایک انسان خدا بن سکتا ہے۔
جناب یسوعؑ کے شاگرد خُدا کی وحدانیت یعنی اُس کے ایک
ہونے کا پختہ یقین رکھتے تھے، اور جب انہوں نے جناب یسوعؑ
کو خُدا کا بیٹا مانا تو اُنہوں نے خُدا کی وحدانیّت کے بارے
میں اپنے اعتقاد کو نہیں بدلا تھا۔

ب۔ لقب ابنِ خُدا کا خاص استعمال

یہ حقیقت ہے کہ جناب یسوعؑ مسیح خُدا کا بیٹا کہلاتے
ہیں۔ پاک نوشتوں سے صاف طور پر ظاہر ہے۔ پطرسؔ رسُول کے
عظیم اقرار کے علاوہ جو کہ متّی ۱۶:۱۶ میں پایا جاتا ہے اُن
کے حواریوں نے دوسرے موقعوں پر بھی اقرار کیا کہ وُہ خدا کے
بیٹے ہیں۔ انجیلِ مُقدّس کا مُطالعہ یہ بات ثابت کر دے گا۔
اس ضمن میں سب سے زیادہ تعجّب خیز بات یہ ہے کہ جناب
یسوعؑ مسیح کے اس دنیا میں آنے سے صدیوں پہلے زبُور
نویس انہیں خُدا کا بیٹا کہہ کر پکارتا ہے (دیکھئے زبُور ۲ اور ۸۹)۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ جناب یسوعؔ مسیح خُدا کے بیٹے ہیں ان کے شاگردوں نے اکثر زبورؔ کی کتاب کے دوسرے باب کا حوالہ دیا ہے (اعمال ۱۳ : ۳۳؛ عبرانیوں ۱ : ۵، ۵ : ۵)۔ خُدا کے بیٹے اور اُس کی مَوت کے تصوّر سے یہودی بھی کسی حد تک واقف تھے۔ اس ضمن میں اُن کے پُرانے نوشتوں میں ذکر یوں آیا ہے "میرا بیٹا مسیح اُن پر ظاہر کیا جائے گا جو کہ اُس کے ساتھ ہیں اور اُن ایّام کے بعد یوں ہو گا کہ میرا بیٹا مسیح مارا جائے گا"۔ یہاں تک کہ یہودیوں کے خیال کے مطابق خداوند تعالےٰ توریت کو جو کہ انہیں حضرت موُسےٰ کی معرفت دی گئی "میری بیٹی" کہہ کر پکار سکتا تھا۔ یہ یقینی بات ہے کہ "توریت" کا لفظ جس کو خدا کی بیٹی کہا گیا ہے، مکاشفہ کے معنوں میں ہی استعمال کیا گیا ہے۔ بد رُوحیں جن کو جناب یسوعؔ مسیح نے لوگوں میں سے نکالا، پہچانتی تھیں کہ وہ خُدا کے بیٹے ہیں۔ لیکن چونکہ جناب یسوعؔ مسیح اُن کی گواہی نہیں چاہتے تھے لہٰذا وُہ انہیں خاموش رہنے کا حُکم دیتے تھے۔ جب جبرائیلؔ فرشتہ نے مریمؔ کو حضور المسیح کی پیدائش کی خُوشخبری دی تو انہیں بتایا کہ جو تیرے پیٹ سے پیدا ہو گا وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا (لوقا ۱ : ۳۵)۔ لیکن یسُوعؔ مسیح اپنی پیدائش کے لحاظ سے نہیں اور نہ ہی کنواری سے پیدا ہونے سے خدا کے بیٹے کہلائے بلکہ ان کے بارے میں سب سے ٹھوس ثبوت آسمانی اعلان تھا۔ خدا نے دُو موقعوں پر اِس کا براہِ راست اعلان کیا

"تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے مَیں خُوش ہوں" (مرقس ۱ : ۱۱)۔ "یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ اِس کی سُنو" (مرقسؔ ۹ : ۷)۔ اور جناب یسُوع مسیح نے کئی دفعہ خود ہی خُدا کے بیٹے ہونے کا صاف دعوٰی کیا (مرقسؔ ۱۴ : ۶۱-۶۲؛ یُوحنّا ۱۱ : ۴ وغیرہ)۔

ہم نے دیکھا کہ ابنِ خُدا کا لقب خاص طور پر جناب یسوعؔ مسیح کے لئے استعمال ہوُا ہے۔ اگرچہ یہ نام جناب یسُوعؔ مسیح کے لئے بھی مختلف معنوں میں استعمال ہُوا ہے تو بھی یہ لقب، خاص طور پر اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ جناب یسُوعؔ مسیح تثلیثِ اقدس کا دوسرا اقنوُم ہیں۔ اس لقب کا سب سے اہم مطلب یہی ہے، اور یہ مندرجہ ذیل حوالجات سے بخوبی عیاں ہوتا ہے (متیّ ۱۰ : ۲۵، ۱۴ : ۲۸-۳۳، ۱۶ : ۱۶، ۲۱ : ۳۷-۴۶، ۲۲ : ۴۱-۴۶، ۲۶ : ۶۳)۔

انجیلِ مُقدّس کے مذکورہ بالا حوالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اِنہی معنوں میں جناب یسُوعؔ مسیح نے علانیہ طور پر کہا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں اور خدا ان کا باپ ہے۔ اسی وجہ سے یہُودی ان کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے تھے۔ یہودیوں نے خُود ان سے کہا "اچھّے کام کے سبب سے نہیں بلکہ کُفر کے سبب سے تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اس لئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خُدا بناتا ہے" (یُوحنّا ۱۰ : ۳۳)۔ "اس سبب سے یہودی اور بھی زیادہ اُسے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ وہ نہ

فقط سبت[ا] کا حکم توڑتا بلکہ خُدا کو خاص اپنا باپ کہہ کر اپنے آپ کو خُدا کے برابر بناتا تھا" (یوحنا ۵: ۱۸، ۱۹: ۴-۷)۔ اسی بات کی بنا پر یہودیوں نے جناب یسوؔع مسیح کو صلیب دی۔

جنابِ ابنِ خُدا کا تجسّم اور زمینی خدمت

آئیے، اب ہم ذرا تفصیل سے دیکھیں کہ خُداوند یسوؔع مسیح نے اپنے آپ کو لوگوں پر کیسے ظاہر کیا۔ جب لوگ پہلے پہل جناب یسوؔع مسیح سے ملے تو انہوں نے جو کچھ دیکھا اور تجربہ کیا وہ یہ تھا کہ وہ ایک حقیقی اور کامل انسان ہیں۔ درحقیقت یہی اُن کے تجسّم کا مطلب ہے کہ ابنِ خدا نے جو ازل سے خدا کے ساتھ تھا، اپنی خوشی اور رضا مندی سے گناہگار انسان کی نجات کے لئے اِنسانی جسم اور ذات کو اختیار کیا اور وہ جو کامل خُدا تھے کامل انسان بھی بن گئے۔ وُہ سب باتوں میں ہماری مانند تھے، ماسوا اس بات کے وُہ بے گناہ تھے۔ انجیلِ مُقدّس میں جناب یسوؔع مسیح کے تجسّم کا بیان یوں کیا گیا ہے "کلام مجسّم ہُوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال" (یوحنا ۱: ۱۴)۔ "لیکن جب وقت پورا ہو گیا تو خُدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا جو عورت سے پیدا ہوا اور شریعت کے ماتحت پیدا ہوا۔ تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو مول لے کر چھڑا لے اور ہم کو لے پالک

[ا] یہودی عقیدہ کے مطابق ہفتے کا خاص مُقدّس دن

ہونے کا درجہ ملے" (گلتیوں ۴: ۴-۵)۔ "ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوؔع کا بھی تھا۔ اس نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا خدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا۔ بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صورت اختیار کی اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا۔ اور انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی" (فلپیوں ۲: ۵-۸)۔

"پس جس صورت میں کہ لڑکے خون اور گوشت میں شریک ہیں تو وہ خود بھی ان کی طرح ان میں شریک ہُوا تاکہ موت کے وسیلہ سے اس کو جسے موت پر قدرت حاصل تھی یعنی ابلیس کو تباہ کر دے" (عبرانیوں ۲: ۱۴)۔ خدُا کے بیٹے جناب یسوؔع مسیح حقیقی انسان تھے بلکہ زیادہ صحیح بات تو یہ ہے کہ وہ حقیقی انسان بنے۔ یہی وجہ ہے کہ ابنِ خدا کو ابنِ آدم بھی کہا جاتا ہے اور پاک نوشتوں میں آدمِ ثانی کا بھی لقب دیا گیا ہے۔ اس قسم کے حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کیوں جناب یسوؔع مسیح نے یہ کہا کہ "باپ مجھ سے بڑا ہے" (یوحنا ۱۴: ۲۸)۔ ہمیں یہاں اس بات کو سمجھنے میں بھی مدد مِلتی ہے کہ کیوں جناب یسوؔع مسیح کو بُھوک لگتی تھی اور کیوں وہ تھکے ماندے ہو جاتے تھے۔ وہ کام کی زیادتی کی وجہ سے نڈھال ہو کر کشتی میں سو گئے تھے۔

اِسی وجہ سے انہیں دُعا کی اور اپنے باپ کی رفاقت کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہ اپنے باپ کے ہمیشہ تابع رہتے تھے۔ وہ کہتے رہے کہ مجھے اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے باپ کی مرضی پُوری کرنی ہے۔ "میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں اور اس کا کام پورا کروں" (یوحنا ۴: ۳۴)۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو پست کر دیا۔ اُن کو اپنے شاگردوں سے اپنی الٰہی ذات کے بارے میں پہلے پہل حقیقی قائلیت اور پختہ ایمان کی بہت کم توقع تھی۔ دراصل جب لوگوں نے اُن کے کام دیکھے اور ان کا کلام اپنے بارے میں سُنا، تب ہی یہ سوال پیدا ہوتے کہ "یہ کون ہے؟" یہ "کیسا آدمی ہے؟" اور "یہ کہاں سے آیا ہے؟" آج کل کے حالات بھی اُس زمانے کے حالات سے مختلف نہیں۔ جناب مسیح یسُوعؑ کے ابنِ خُدا ہونے کے دعوے کو سمجھنے کے لئے لازمی ہے کہ ہم پرکھیں کہ انہوں نے کیا کیا کام کئے ہیں اور اپنے بارے میں کیا کچُھ کہا ہے۔

لوگوں نے یہ سوالات کہ "وہ کون ہے" اور "کہاں سے آیا ہے" کیوں پُوچھے؟ جواب دینے کے لئے جناب یسُوعؑ مسیح کے تمام کاموں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس کتابچہ میں ہم صرف چند باتوں کا مختصر ذکر کریں گے۔

جب یسُوعؑ مسیح نے کہا کہ "آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے" (متی ۲۸: ۱۸) تو وہ اس کا مظاہرہ دو طریقوں

سے کر چکے تھے۔ اُن کے ہاتھ میں زندگی اور عدالت کا اختیار تھا۔ خداوند مسیح دُنیا میں زندگی اور روشنی دینے آئے۔ لہٰذا جنہوں نے انہیں قبول کیا اُن کو زندگی اور روشنی مل گئی اور جنہوں نے اُنہیں رد کیا وہ موت اور تاریکی میں رہ گئے۔ جس نے مُردوں کو زندہ کیا وہ حقیقت میں کہہ سکتا تھا کہ "قیامت اور زندگی تو مَیں ہوں۔ جو مجُھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مر جائے تو بھی زندہ رہے گا۔ اور جو کوئی زندہ ہے اور مجُھ پر ایمان لاتا ہے وُہ ابد تک کبھی نہ مرے گا" (یُوحنّا ۱۱: ۲۵ - ۲۶)۔ یہ بات درحقیقت صرف وہی کہہ سکتے تھے کہ "جس طرح باپ مُردوں کو اُٹھاتا اور زندہ کرتا ہے اُسی طرح بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے زندہ کرتا ہے۔ کیونکہ باپ کِسی کی عدالت بھی نہیں کرتا بلکہ اُس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپُرد کیا ہے تاکہ سب لوگ بیٹے کی عزت کریں جس طرح باپ کی عزت کرتے ہیں۔ جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا وُہ باپ کی جس نے اُسے بھیجا عزت نہیں کرتا۔ مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہُوں کہ جو میرا کلام سُنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے اور اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا بلکہ وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے" (یُوحنّا ۵: ۲۱-۲۴)۔ زندگی بخشنا اور عدالت کرنا دونوں الٰہی کام ہیں۔ جناب یسُوعؑ مسیح دعوے کرتے ہیں کہ ان کاموں کو کرنے کے لئے انہیں کلی اور لامحدود اختیار اور

قدرت حاصل ہے۔ یہ بات بڑے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جس کا رُتبہ اور کام صرف ایک نبی کا ہو وہ کبھی بھی ایسا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ باپ اور بیٹا ایک جیسے الٰہی اور آسمانی کام کرنے والے ہیں۔ جناب یسوعؔ مسیح نے ان آسمانی کاموں کو زمین پر سر انجام دیا۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ دو خدا ہیں۔ خدا واحد ہے اور اس کی وحدانیت ہر صورت میں قائم اور برقرار رہتی ہے۔

اپنی خدمت کے شروع ہی میں خداوند یسوعؔ مسیح نے دعوےٰ کیا کہ اُسے گناہ معاف کرنے اور زندگی دینے کا اختیار ہے۔ وہ محض دعوےٰ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ان دونوں باتوں کے کرنے پر قادر بھی تھے۔ اُنہیں گناہ معاف کرنے کا اختیار تھا۔ انجیلِ مُقدّس میں ہم پڑھتے ہیں کہ "کئی دن بعد جب وہ کفرنحوم میں پھر داخل ہوئے تو سنا گیا کہ وہ گھر میں ہیں۔ پھر اتنے آدمی جمع ہو گئے کہ دروازہ کے پاس بھی جگہ نہ رہی اور وہ ان کو کلام سنا رہے تھے۔ اور لوگ ایک مفلوج کو چار آدمیوں سے اُٹھوا کر اُن کے پاس لائے مگر جب وہ بھیڑ کے سبب سے اُس کے نزدیک نہ آسکے تو اُنہوں نے اُس چھت کو جہاں وہ تھے کھول دیا اور اُسے اُدھیڑ کر اُس چارپائی کو جس پر مفلوج لیٹا تھا لٹکا دیا۔ جناب یسوعؔ مسیح نے اُن کا ایمان دیکھ کر مفلوج سے کہا "بیٹا تیرے گناہ معاف

ہوئے"۔ مگر وہاں بعض فقیہہ جو بیٹھے تھے وہ اپنے دلوں میں سوچنے لگے کہ یہ کیوں ایسا کہتا ہے؟ کفر بکتا ہے۔ گناہ کون معاف کر سکتا ہے سوا ایک یعنی خدا کے؟ اور فی الفور جناب یسوعؔ نے اپنی رُوح سے معلوم کر کے کہ وہ اپنے دلوں میں یوں سوچتے ہیں اُن سے کہا "تم کیوں اپنے دلوں میں یہ باتیں سوچتے ہو؟ آسان کیا ہے؟ مفلوج سے کہنا کہ تیرے گناہ معاف ہوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور اپنی چارپائی اُٹھا کر چل پھر؟ لیکن اس لئے کہ تم جانو کہ ابنِ آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے" اُنہوں نے اس مفلوج سے کہا "مَیں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ اپنی چارپائی اُٹھا کر اپنے گھر چلا جا" اور وہ اُٹھا اور فی الفور اپنی چارپائی اُٹھا کر اُن سب کے سامنے باہر چلا گیا۔ چنانچہ وہ سب حیران ہو گئے اور خدا کی تمجید کر کے کہنے لگے ہم نے ایسا کبھی نہیں دیکھا" (مرقس ۲: ۱-۱۲)۔

یہودی دینی پیشواؤں نے بالکل دُرست کہا کہ "خدا کے سوا کون گناہ معاف کر سکتا ہے"۔ مگر اس وقت انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اُن کے درمیان ایک نبی سے افضل موجود ہے۔ جناب یسوعؔ مسیح ہمیشہ اس دُنیا میں اپنے آپ کو مہمان اور پردیسی ظاہر کرتے تھے۔ بطور بیٹے کے وہ اُوپر سے یعنی آسمان سے ہیں اور باقی تمام انسان نیچے سے یعنی اس دنیا کے ہیں۔ وہ رُوح سے ہیں اور دنیا جسم سے۔ وہ بے گناہ ہیں اور دُنیا گنہگار ہے۔ انہیں نہ ہی گناہ کی معافی کی

ضرورت تھی اور نہ ہی نئی زندگی کی۔ اُن کا وطن یہ دنیا نہیں تھا، چنانچہ انہوں نے خود فرمایا "تم نیچے کے ہو۔ مَیں اُوپر کا ہوں۔ تم دنیا کے ہو۔ مَیں دُنیا کا نہیں ہُوں" (یوحنا ۸: ۲۳)۔ وہ آسمان سے زمین پر اُترے اور پھر آسمان پر چلے گئے۔ انہیں تو پتہ تھا کہ وہ کہاں سے آئے اور کہاں کو جانے والے تھے لیکن دوسروں کو معلوم نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا" مجھے معلوم ہے کہ مَیں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں۔ لیکن تم کو معلوم نہیں کہ مَیں کہاں سے آتا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں" (یُوحنا ۸: ۱۴)۔ جب وُہ اس دُنیا میں تھے تب بھی وہ اپنے باپ کی گود میں تھے۔ "خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اسی نے ظاہر کیا" (یوحنا ۱: ۱۸)۔ یہ الفاظ دُوسری طرح بھی ادا کئے جا سکتے ہیں کہ وہ خُدا میں سے ہیں (یُوحنا ۱۶: ۲۸؛ ۸: ۴۲)۔ وہ محض بھیجا ہوا یعنی "رسول" ہی نہیں بلکہ وہ باپ سے نکلے یا صادر ہوئے ہیں۔ ان کی اصل باپ کی ہستی میں ہے۔ جیسے باپ ابدی ہے وہ بھی ابدی ہیں۔ اس لئے اُنہیں خدا کا بیٹا کہہ سکتے ہیں کیونکہ ان کی اِلٰہی طبیعت ہے۔ آگے چل کر اس کا مطلب صاف ہو جائے گا۔

ج۔ اب ہم اس نکتے پر پہنچ جاتے ہیں جس کو پہلے کسی حد تک بیان کر چکے ہیں۔ جناب یسُوع مسیح پیدائش کے لحاظ سے خدا کے بیٹے نہیں ہیں اور نہ ہی اس لحاظ سے کہ وہ

کنواری مریم سے پیدا ہوئے تھے۔ یہ اس بات سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسیح اُس جلال کا ذکر کرتے ہیں جو وہ دُنیا کی پیدائش سے پیشتر خدا باپ کے ساتھ رکھتے تھے۔ "مجھے اپنے ساتھ جلالی بنا دے" (یوحنا ۱۷: ۵)۔ بحیثیت بیٹا وُہ کہہ سکتے ہیں کہ میں آسمان پر باپ کے ساتھ تھا اور مَیں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ اِسی طرح انجیلِ مُقدّس بتاتی ہے کہ "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام (یہاں کلام سے مراد جناب یسُوع مسیح یعنی کلمۃ اللہ) خُدا تھا" (یوحنا ۱: ۱)۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ خُدا ایک جگہ ہو گیا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ خُدا رُوح ہے۔ یسعیاہ نبی نے جناب یسُوع مسیح کے تجسّم سے سینکڑوں برس پہلے جناب یسُوع مسیح کا جلال دیکھا (یُوحنا ۱۲: ۴۱)۔ جناب یسُوع مسیح یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ "پیشتر اس سے کہ ابرہام پیدا ہُوا مَیں ہُوں" (یُوحنا ۸: ۵۸)۔ لہٰذا وُہ اِس بات کا اِظہار کر رہے ہیں کہ وُہ بحیثیت ابنِ خُدا اِس دُنیا کے نہیں ہیں کہ اِس دُنیا کی مشہُور ہستیوں کی فہرست میں گنے جا سکیں، بلکہ وہ اَزلی اور ابدی ہیں۔ چونکہ وہ ابدی ہستی ہیں اس لئے ان کا مقابلہ دیگر پیغمبروں سے ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ ازل سے خدا کے بیٹے ہیں کیونکہ وہ ازلی ہیں۔ سو جو بات جناب یسُوع مسیح بتانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کی ہستی ازل سے ایک ہے اور

اُن کی ذات کا لُبّ لُباب محبّت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب یسُوعؔ مسیح کہہ سکتے ہیں کہ "مَیں اور باپ ایک ہیں" (یُوحنّا ۱۰: ۳۰)۔ "تم خُدا پر ایمان رکھتے ہو مجھ پر بھی ایمان رکھو" (یُوحنّا ۱۴: ۱)۔ سب لوگ بیٹے کی عزّت کریں جس طرح باپ کی عزّت کرتے ہیں۔ جو بیٹے کی عزّت نہیں کرتا وہ باپ کی .... عزّت نہیں کرتا" (یوحنا ۵: ۲۳)۔

جناب یسُوعؔ مسیح دوؔ خداؤں کے متعلق بالکل ذکر نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ جب ہم "یسُوعؔ مسیح" کو دیکھتے ہیں، جان لیتے ہیں اور ان پر ایمان لے آتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم باپ کو جو واحد خُدا اور زمین و آسمان کا مالک ہے دیکھتے ہیں، جانتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جب ہم جناب یسُوعؔ مسیح کو جو کہ ازل سے ہیں اور اُوپر سے ہیں اور جن کے ہاتھ میں آسمان اور زمین کا کل اختیار دیا گیا ہے دیکھتے ہیں تو ہمیں ابدی اور لا محدود خُدا کا ظہور اِس دُنیا میں نظر آ جاتا ہے۔ خُدا کا ظہور جناب یسُوعؔ مسیح میں ہُوا یعنی جناب یسُوعؔ مسیح خُدا کا مظہر ہیں۔ جب ہم "ابن اللہ" کا لقب مسیح کے لئے استعمال کرتے ہیں تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ جب "بیٹے" کی اصطلاح جناب یسُوعؔ مسیح کے لئے استعمال کی جاتی ہے تو اس کے معنی خُدا کے ظہور کے لئے جاتے ہیں۔ لِہٰذا اِس مَوضُوع پر جب

بھی کوئی بات چیت کی جائے تو خُدا کے اپنی مخلوق پر اپنے انکشاف کو مدّ نظر رکھنا لازمی ہے۔

جنابِ ابنِ خُدا میں خُدا کا حقیقی اور کامل مکاشفہ

مندرجہ بالا بیان ہمیں اس سوال تک لے آتا ہے کہ مکاشفہ کے کیا معنی ہیں۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ خُدا ایک ہے۔ وہ دُنیا کا خالق اور دُنیا کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس ضمن میں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ خُدا تعالےٰ اپنی مخلوق کو کیسے پیدا کرتا اور قائم رکھتا ہے؟ دوسرا یہ کہ یہ ابدی اور لا محدود خُدا اپنے آپ کو تمام مخلوقات پر جو کہ جگہ۔ اور وقت کی قید میں ہیں کیسے ظاہر کرتا ہے۔ ذیل میں ہم ان سوالوں کا جواب دیں گے۔

۱۔ اِبنِ خُدا اور دُنیا کی تخلیق

دنیا کو پیدا کرتے وقت خُدا نے کہا کہ "ہو" سو ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں خدا کا کلام اس کی تخلیق کا ذریعہ ہے۔ خُدا کے کلمے سے اس کی تخلیق ظہور میں آ گئی۔

توریت شریف بھی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ چونکہ خُدا نے فرمایا اس لئے دنیا پیدا ہو گئی (پیدائش باب۱) زبُور ۳۳: ۶-۹ میں یوں مرقوم ہے "آسمان خُدا کے کلام سے اور اُس کا سارا لشکر اُس کے منہ کے دم سے بنا۔ وہ سمندر کا پانی تودے کی مانند

جمع کرتا ہے۔ وہ گہرے سمندروں کو مخزنوں میں رکھتا ہے۔ ساری زمین خُداوند سے ڈرے۔ جہان کے سب باشندے اُس کا خوف رکھیں کیونکہ اس نے فرمایا اور ہو گیا۔ اُس نے حکم دیا اور واقع ہوا"۔ انجیلِ مُقدّس بھی یہی بتاتی ہے جب وہ کہتی ہے کہ "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خُدا تھا۔ یہی ابتدا میں خُدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اُس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہُوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی" (یوحنا ۱: ۱-۳)۔

مزید براں بائبلِ مُقدّس یہ بھی بتاتی ہے کہ یہ کلام شخصی کلام ہے اور اس شخصی کلام کو "بیٹے" کا نام بھی دیا گیا ہے۔ انجیلِ مُقدّس بھی اس بیٹے کا ذکر کرتی ہے جس کے وسیلے سے خدا نے دنیا کو بنایا (عبرانیوں ۱: ۲)۔ اُسی کے لئے سب چیزیں ہیں اور سب چیزیں اُسی کے وسیلے سے ہیں (عبرانیوں ۲: ۱۰)۔ "اُسی میں سب چیزیں پیدا کی گئیں۔ آسمان کی ہوں یا زمین کی، دیکھی ہوں یا اندیکھی۔ تخت ہوں یا ریاستیں یا حکومتیں یا اختیارات۔ سب چیزیں اُسی کے وسیلے سے اور اسی کے واسطے پیدا ہوئی ہیں" (کلسیوں ۱: ۱۶)۔ لہٰذا خُدا سب چیزوں کو اپنے کلام کے ذریعے سے وجود میں لاتا ہے اور اس کلام کو "بیٹا" بھی کہا جاتا ہے۔

ب۔ ابنِ خُدا میں مخلوقات کیساتھ خُدا کا تعلق

دوسرا سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ابدی خُدا اپنے آپ کو اپنی مخلوق پر جو زمان و مکان کی قید میں ہے کیسے ظاہر کرتا ہے؟ یقیناً خُدا کا اپنی مخلوقات کے ساتھ کسی نہ کسی طرح کا تعلق ہے۔ وہ اپنی مخلوق پر اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے، لیکن کیسے؟ کیا یہ ایسا مکاشفہ ہے جس میں ظاہر کرنے والا خود ظاہر ہوتا ہے؟ کیا یہ مکاشفہ براہِ راست ہوتا ہے یا کسی فرشتے، کسی پیغمبر یا کسی اَور مخلوق کے ذریعے سے ہوتا ہے؟ کیا یہ مکاشفہ لایا جاتا ہے یا اس نے اسے محض دیا ہے؟ کیا یہ کسی کے آنے کا سوال ہے یا کسی کو بھیجنے کا؟ کیا یہ کسی کتاب، پیغمبر یا واقعہ کا یا خود خُدا کا اپنا مکاشفہ ہے؟ خدا کا اپنی مخلوق کے ساتھ تعلق کے بارے میں مندرجہ بالا چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

بائبل مُقدّس ہمیں بتاتی ہے کہ خُدا اپنے متعلق کچھ باتیں تواریخ کے واقعات سے، پیغمبروں کے ذریعے اور فرشتوں کے وسیلے سے ظاہر کرنے کے باوجود بھی خود پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ توریت شریف ہمیں یقین دلاتی ہے کہ خدا اپنے پیغمبروں کے ذریعے انسان کو اپنے وجود کا یقین دلا سکتا ہے۔ وہ اپنے پیغمبروں کی معرفت اپنی مرضی ظاہر کر سکتا

ہے۔ لیکن اپنی ذات کا انکشاف خدا ہی کر سکتا ہے۔ کوئی فرشتہ، کوئی پیغمبر، کوئی معلّم، کوئی کتاب یا اور کوئی مخلوق، خالق کو انسان پر ظاہر نہیں کر سکتی۔ لہٰذا خدا کے کامل اور بہترین مکاشفے کا ذریعہ خُدا خود ہی ہے۔ سب سے مکمّل مکاشفہ وہ مکاشفہ ہے جہاں خدُا خود مُظہِر (یعنی ظاہر کرنے والا) اور مُظہَر (جس کو ظاہر کیا جاتا ہے) دونوں ہوں۔ مثال کے طور پر بذریعہ خط یا ٹیلیفون رشیدؔ اکبرؔ پر ظاہر کر سکتا ہے کہ میں زندہ ہوں بلکہ وہ ان ذریعوں سے اُسے حکم دے سکتا ہے یا اپنے حالات بتا سکتا ہے۔ لیکن حکم دینے، اپنے حالات بتانے، مدد کرنے، ایک دوسرے کو جاننے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ رشیدؔ اور اکبرؔ آپس میں شخصی طور پر ملیں۔ شخصی ملاقات کا کوئی اور متبادل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح علامہ اقبالؔ اپنی تحریر کے ذریعے اپنی شخصیت، سیرت اور خیالات کی گہرائیوں کا اظہار کر سکتے ہیں لیکن یہ یقینی بات ہے کہ اگر علامہ اقبالؔ کی تحریروں کے علاوہ ہم اُن سے شخصی ملاقات کر سکتے تو ان کے متعلق ہمیں اور بھی زیادہ واقفیّت حاصل ہوتی۔ اگر ہم اُن سے شخصی ملاقات کرتے تو وہ بذاتِ خود اپنی شخصیّت کی گہرائیوں کا کہیں زیادہ مؤثر طور پر ہم پر اظہار کر سکتے اور اس طرح ہم اُن کو شخصی طور سے جان لیتے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی شخصیّت سامنے ہو تو ہم اُسے بہ نسبت اس کی تحریرات کے

خواہ وہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو، بہتر جان لیتے ہیں۔

لہٰذا کسی سے اظہارِ مطلب کے لئے یا کسی سے بات چیت کرنے کے لئے یا کسی کو جاننے کے لئے ایک شخص کو دوسرے شخص کے ساتھ ملنے سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔ انجیل مُقدّس بتاتی ہے کہ یہ آخری وسیلہ ہے جس سے خدُا نے اپنے تئیں انسان پر ظاہر کیا۔ "اگلے زمانہ میں خدُا نے باپ دادا سے حصّہ بہ حصّہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کر کے۔ اس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی معرفت کلام کیا جسے اُس نے سب چیزوں کا وارث ٹھہرایا اور جس کے وسیلہ سے اُس نے عالم بھی پیدا کئے۔ وہ اس کے جلال کا پرتَو اور اس کی ذات کا نقش ہو کر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے" (عبرانیوں ۱: ۱-۳)۔ خدُا نے خود یسعیاہ نبی کی معرفت جناب یسُوعؔ مسیح کے آنے سے صدیوں پہلے پیش گوئی کی تھی کہ "دیکھو ایک کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا پیدا ہو گا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی جس کا ترجمہ ہے خُدا ہمارے ساتھ"۔

اُس کا ذکر متّی کی انجیل میں بھی پایا جاتا ہے (یسعیاہ ۷: ۱۴؛ متّی ۱: ۲۳)۔ جب خُدا نے مناسب سمجھا تو اس نے خود اپنے آپ کو مجسّم صورت میں زمین پر ظاہر کیا۔

چونکہ خُدا شخصیّت رکھتا ہے اور وہ اپنا اظہار کرنا چاہتا ہے، اس لئے یہ قرینِ قیاس ہے کہ وہ ایک شخص ہونے کی حیثیت

سے زمان و مکان میں ظاہر ہو۔
شخصیّت سے یہ مراد نہیں کہ خُدا مخلوق ہے، بلکہ یہ
کہ وہ خالق ہے اور زندہ شخصیّت رکھنے والا خدا ہے۔
کیا یہ ممکنات میں سے نہیں کہ یہی خُدا اپنے تئیں انسان
پر ظاہر کرنے کے لئے انسانی جامہ پہن لے؟ اگر یہ امر قابلِ
اعتراض ہے تو پھر خود خُدا یا اس کی ازلی صفت مثلاً اُس کا
کلمہ کتابی صورت میں جو کہ انسانی تخلیق مراد ہے، کیسے ظاہر ہو
سکتی ہے؟ خُدا کا ابدی کلام جو کہ لا محدود ہے جس کو
کسی نے تخلیق نہیں کیا ہے زمان و مکان کی قید میں کیسے بند
کیا جا سکتا ہے؟ یہ یقینی بات ہے کہ اگر خُدا اپنے آپ
کو کسی کتاب میں ظاہر کر سکتا ہے تو وہ جسم میں بھی ظاہر
ہو سکتا ہے۔ خُداوند مسیح نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ "خُدا سے
سب کچھ ہو سکتا ہے"۔ لہٰذا یہ غیر معقول نہیں کہ وہ اپنے
آپ کو اپنی اعلےٰ مخلوق پر جس کو اُس نے اپنی صُورت
اور شبیہ پر بنایا ہے یعنی انسان کے رُوپ میں ظاہر کرے۔
(پیدائش ۱: ۲۶)۔کسی شخصیّت کو شخصیّت ہی سمجھ سکتی ہے اور
کسی شخصیّت کی ذات کا شخصی بات چیت سے ہی پتہ چل
سکتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اِن حالات کے پیشِ نظر کوئی اور
ذریعہ غیر واجب ہو گا۔ چنانچہ انجیلِ مُقدّس ہمیں بتاتی ہے کہ
کلام جس کے وسیلے سے سب چیزیں پیدا ہوئیں، (یوحنا ۱:۳)
"مجسّم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان

رہا اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے
کا جلال" (یوحنا ۱: ۱۴)۔

ج۔ ابنِ خُدا میں خُدا کا شخصی ظہور

فرض کریں کہ رشید بیمار ہے۔ ڈاکٹر اُس کے گھر آتا ہے۔
اُس کا معائنہ کرتا ہے، اُس کو دوا دیتا ہے اور اُسے
ہدایت کرتا ہے۔ رشیدؔ کیا دیکھتا ہے؟ وہ ڈاکٹر کو دیکھتا
ہے۔ وہ ایک ہی ڈاکٹر ہے، لیکن وہ رشیدؔ کے سامنے
اپنی وحدانیّت کو برقرار رکھنے کے لئے پتھر کی طرح بُت
بن کے نہیں کھڑا رہتا بلکہ وہ اپنی تمام شخصیّت کا مظاہرہ
کرتا ہے۔مثلاً وہ رشیدؔ کے علاج میں اپنی محبّت، رحم، علم
اور قابلیّت کو صرف کرتا ہے۔ رشیدؔ کس نتیجے پر پہنچتا ہے؟
ڈاکٹر ایک اچھا ڈاکٹر ہے۔ ڈاکٹر کی خوبیوں کے اظہار سے
رشیدؔ نتیجہ نکالتا ہے کہ اظہار کرنے والا اچّھا ہے۔جو کچھ
ظاہر ہوتا ہے اُسے ظاہر کرنے والا ظاہر کرتا ہے اور اسی
طرح جو کچھ ظاہر ہوتا ہے، وہ ظاہر کرنے والے کو ظاہر کرتا
ہے۔ یہی بات خدا کے متعلق ہے کہ وہ ہمہ دان ہے۔
وہ بیک وقت انکشاف کرنے والا اور منکشف ہونے والا
ہے۔ وہ بیک وقت مُظہِر بھی اور مُظہَر بھی ہے۔بہر حال اگر
یہ دونوں صفات موجود نہ ہوں، تو انکشاف کی قابلیت خُدا
سے منسوب نہیں ہو سکتی۔ خدا کی توحید کا مسئلہ آسان وسادہ

تو معلوم ہوتا ہے لیکن کسی بات کی دُرستی، اس کی سادگی پر ہرگز منحصر نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کی انتہا تک پہنچا جائے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ خُدا تعالےٰ کا مکاشفہ نہیں ہو سکتا یعنی نہ تو وہ صاحبِ علم ہے اور نہ ہی کسی انسان کو اس کا علم ہو سکتا ہے۔ اس صُورت میں ہم زیادہ سے زیادہ یہ جان سکتے ہیں کہ وہ واحد ہے۔ لیکن ہم یہ جاننے سے محروم رہ جاتے ہیں کہ آیا وُہ کوئی شے ہے یا کوئی شخصیّت۔ اور ہم بالآخر لا ادریّت کی حالت میں رہ جائیں گے کیونکہ یہ سوال لازماً اُٹھے گا کہ اگر خدا نے اپنا انکشاف نہیں کیا تو ہم کیسے جانتے ہیں کہ خُدا ایک ہے۔

(نوٹ)، لا ادریّت وہ عقیدہ ہے جس کے پیرو کار یہ مانتے ہیں کہ خُدا کی ذات کے متعلق اور آئندہ زندگی کے بارے میں نہ ہمیں کوئی علم ہے اور نہ کبھی ہو گا۔

خُدا مُظہِر اور مُظہَر کی حیثیّت میں

اگر ابدی اور لا محدود خُدا زمان و مکاں کی حد میں آکر اپنے آپ کو ہم پر ظاہر کرتا ہے، تو کیا وہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے والا اور ظاہر ہونے والا نہیں ہے؟ اور کیا یہ افضل بات نہیں ہے کہ خداوند تعالےٰ کا مکاشفہ ایک کتاب میں تحریر ہونے کی بجائے ایک شخص کی شکل میں ظاہر ہو؟ کیا ہم خدا کے مکاشفے کی رُو سے یہ نہیں

کہہ سکتے کہ جناب یسُوعؔ مسیح میں ہے، باپ نے بیٹے کو بھیجا، خُدا جسم میں ظاہر ہوُا؟ مسیح کو خُدا کا بیٹا مان کر ایک مسیحی صرف اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ جناب یسُوعؔ مسیح میں جو کچھُ ہمیں ملتا ہے، وہ خدا کی اپنی ذات ہے۔ جناب یسُوعؔ مسیح کی الوُہیّت پر ایمان لاکر ہم خدُا کی توہین نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی وحدانیّت کے خلاف کِسی جرُم کا ارتکاب کرتے ہیں، اور نہ ہی اس عقیدہ کو ماننے سے کوئی گناہ واقع ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مسیحی ایمان یہ ہے کہ خدُا نے اپنے آپ کو ہم پر ظاہر کیا ہے اور اپنے اظہار کا اُس نے خود ذمہ لیا ہے، اور بتا دیا ہے کہ اس میں (خدُا) ایسی حقیقی اور لاثانی وحدت پائی جاتی ہے، جو علمِ ریاضی کی مقیدّ نہیں ہے۔

۵ - خدا کے انکشاف کا مقصد

اس دُنیا میں خدُا اپنے آپ کو کیوں ظاہر کرتا ہے؟ اس کا مکمل جواب انجیلِ مُقدّس میں پایا جاتا ہے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ انجیلِ مقدّس خدُا کو محبت کا خدُا ظاہر کرتی ہے۔ خدُا نہ صرف اپنی کوئی شے یا اپنے آپ میں سے کچھُ دیتا ہے بلکہ خود اپنے آپ کو انسان کو دے دیتا ہے۔ وہ ایسا خدُا نہیں جو صرف بخششیں اور

برکتیں ہی بھیجتا ہے بلکہ اُن کے ساتھ وہ خود بھی آجاتا ہے، اور اپنے آپ کو دے دیتا ہے۔ خُدا انسانوں کو ان کے گناہوں کی تاریکی اور بدعملی میں نہیں رہنے دیتا۔ جیسے ہم نے دیکھا ہے کہ مسیحیوں نے ایک اُستاد اور پیغمبر کو دیوتا کا درجہ نہیں دیا بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کی ہدایت اور تعلیم کے لئے خُدا نے جناب یسُوعؔ مسیح کے رُوپ میں اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا کام خود اپنے ذمہ لیا۔ یہ ہم پر خدُا کا بے پناہ رحم اور محبّت ہے

کہ وُہ اِنسانوں کے چاروں طرف لاعلمی اور برائی کی سلطنتوں پر غالب آنے کے لئے ہمارے مُعاملات میں شریک ہُوا۔ یہ دنیا گناہ کی وجہ سے پاک خدُا سے بِچھڑ چکی ہے۔ لہٰذا نہ ہی کائنات اور نہ ہی تاریخ خدُا کی ہستی کو مکمل طور پر ظاہر کرتی ہے۔ کیا اس صورت حال میں واجب نہیں کہ ایک رحیم اور درد مند خدُا اپنی نجات بخش محبّت اور انسان کو تبدیل کرنے والی قدرت کا انکشاف کرنے کی ذمہ داری خود اُٹھائے؟ کیا یہ دنیا ایک کھیل ہے یا یہ ایک بگڑی ہوئی چیز ہے جس کو خدا نے فراموش کر دیا ہے؟ کیا خدا اپنی مخلوق کے بارے میں نہایت ہی بے پرواہ ہے؟ کیا وہ بے حِس، متلوّن مزاج یا ظالم ہے؟ یا وہ محض اعلےٰ ہستی ہے جو کہ آسمان پر آرام و آسائش کے تخت پر بیٹھی ہے اور گناہ کے عذاب میں تڑپنے والی دُکھی دنیا سے الگ تھلگ

ہے؟ خدُا نے ہوسیعؔ نبی کی معرفت کہا "مَیں تجھے کیوں کر ترک کروں . . . . میرا دل مجھ میں پیچ کھاتا ہے، میری شفقت موجزن ہے . . . . . . میں انسان نہیں۔ خدُا ہوں۔ تیرے درمیان سکونت کرنے والا قدوّس، اور مَیں قہر کے ساتھ نہیں آؤں گا" (ہوسیعؔ ۱۱: ۸، ۹)۔ کیا محبّت، محبّت کا اظہار نہیں کرتی؟ اور کیا محبّت کرنے والا جو فضل اور سچائی سے مزیّن ہے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر گزر جائے گا اور اس دنیا کو تاریکی، گناہ اور موت کی دلدل میں چھوڑ دے گا؟

۹۔ مکاشفہ اور خداوند کا جاہ وجلال اور اس کا اقتدارِ اعلیٰ

شاید بعض لوگ یہ خیال کریں گے کہ اگر خُدا اپنے آپ کو اس دنیا میں ظاہر کرے تو اپنے جلال کو مکدّر کر دے گا یعنی وہ اپنی بلند و بالا ہستی کو داغدار کر دے گا اور ایسا کرنا خدُا کے شایانِ شان نہیں۔ اس خیال کے مطابق خدُا کی شان و عظمت کو برقرار رکھنے کا حل یہ ہے کہ جو خلا خدا اور ہمارے درمیان حائل ہے، اسے برقرار رکھا جائے۔ یہی اعتراض خدا کے تجسّم کے متعلق کیا جاتا ہے، جو کہ اس نے جناب یسُوع مسیح کے رُوپ میں کیا ہے۔

جو کچھ اُوپر کہا گیا ہے، اس کے علاوہ یہ دلیل دوسرے پہلوُ سے بھی ناقص ہے کیونکہ یہ تمام حقائق کو دُنیوی معیار سے جانچتی ہے۔ اور یہ وہ معیار ہے جو رُوحانی

اور اخلاقی بھی نہیں ہوتے۔ کیا یہ صحیح بات ہے کہ جس کے پاس مال کی افراط ہے صرف وہی دولت مند ہوتا ہے؟ جس بادشاہ کے پاس طاقتور فوج ہے صرف وہی زورآور ہے؟ جو آدمی سب کو غلام بنا سکتا ہے، حقیقت میں وہی قابلِ عزّت ہوگا؟ جو آدمی حکومت کرتا ہے وہ خدمت کرنے والے سے بہت زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اِسی طرح اور بھی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ چونکہ خُدا سب سے بڑا ہے لہٰذا ہم اس نظریہ کے تحت اس کی تعریف میں اس کی بزرگی، جاہ وحشمت اور جلال کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ لیکن انکساری، رحم اور محبّت کے زور، طاقت اور حشمت کے متعلق نہیں سوچتے؟ کیا باپ بیٹے کو مار مار کر اُس کے دل کو نیکی کرنے پر آمادہ کر سکتا ہے؟ کیا ایک بادشاہ اپنی رعایا کو غلام بنا کر اُن کے دل جیت سکتا ہے؟ کیا دُنیا کو تباہ کر دینے والے ایٹم بم کی فخریہ دلکشی، ایک پڑوسی کو موت سے بچانے والے آدمی کی محبّت سے زیادہ پُر تاثیر ہوگی؟ ہمیں زور، طاقت اور جاہ وحشمت کو بطورِ صفات خُدا سے منسوب کرتے ہوئے مندرجہ بالا سوالات کو مدِّ نظر رکھنا چاہیئے۔ جاہ وحشمت تب ہی حقیقی ہو سکتی ہے جب وہ انکساری سے خدمت کے لئے جُھک جائے نہ کہ حکومت جتائے۔ جلال حقیقی معنوں میں تب ہی جلال کہنے کے لائق ہے، جب یہ محبّت سے مجبور ہو کر اپنے آپ کو

ظاہر کر دے، نہ کہ اپنے پُرسوز جلوے سے اندھا کر دے۔ سچی طاقت تبھی طاقت ہو سکتی ہے، جب یہ رحم سے شفا بخشے، نہ کہ ظلم ڈھائے۔ کیا ان تمام صفات کا حقیقی اور مکمل اظہار محبّت سے نہیں ہوتا؟ کامل محبّت اس میں نہیں کہ جو کچھ پاس ہو، اس کو دے دیا جائے بلکہ اِس میں ہے کہ اپنے آپ کو نثار کر دیا جائے۔ کیا دینے والا یعنی انکشاف کرنے والا منکشف ہونے والا نہیں بن جاتا؟ اگر یہ ایسا ہی ہے تو کیا خُدا انسانوں سے ایسا رشتہ نہیں رکھ سکتا؟ یہ حقیقت ہے کہ خُدا جو کہ جاہ وحشمت اور طاقت سے معمور ہے اور سب سے بڑا ہے محبّت کا بھی خدا ہے۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ خُداوند تعالےٰ صاحبِ اقتدار ہے۔ اس لئے ہمیں محتاط رہنا چاہیئے کہ خُدا کے اقتدارِ اعلےٰ کو اندھا دھند بچانے کے لئے ہم اِسے محدود نہ کر دیں۔ چونکہ وہ صاحبِ اقتدار ہے لہٰذا اپنی مرضی پوری کرنے کے لئے اُسے خود ہی راستہ نکال لینے دیں۔ ہم اس کے طریقے کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ قِصّہ کوتاہ یہ کہنا کہ خُدا اپنے آپ کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے بیٹے کی صورت اختیار نہیں کر سکتا، اس ربُّ العزّت کی بے عزّتی ہے۔ اور یہ کہنا کہ محبّت محبُوب سے الگ تھلگ

اور علیحدہ رہے مذاق سے زیادہ وُقعت نہیں رکھتا۔ ایسا کہنا مخلوق کی مرضی کو خالق کی مرضی کہنے کے مترادف ہو گا۔ کیا قادرِ مطلق واحد خُدا ہمیں اتنا پیار کر سکتا ہے کہ اپنے بیٹے کے ذریعے بطور باپ اپنے آپ کو ظاہر کرے تاکہ ہم اظہار کرنے والے کو مُظہر میں دیکھ سکیں؟ یقیناً وہ ایسا کر سکتا ہے کیونکہ وہ صاحبِ اختیار ہے۔

جب ہم قدوس خُدا کے اِقتدارِ اعلےٰ اور اس کی اپنی مخلوق پر، جو کہ متواتر اُس کے احکام کی عدولی اور ہم جنس مخلوق کی تباہی پر تلی رہتی ہے، غور کرتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا بُرائی کا گھر ہے اور انسان خُدا اور اس کی شریعت سے باغی اور منحرف ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ اُس کا کیا حشر ہو گا؟ اگر ہمارا دل بغاوت اور برائی سے معمور ہی رہے، تو کیا خُدا موجودہ شریعت کی نافرمانی کی دُرستی کسی نئی شریعت کو نافذ کرنے سے کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو کیا یہ خُدا کے لئے ضروری نہیں تھا کہ وہ انسان کی شرعی اور اخلاقی نافرمانی کا جائزہ لے؟ کیا انسان کی زندگی میں مخلصی کے علاوہ خُدا انسان کی زندگی میں صاحبِ اختیار اور آسمانی باپ رہ سکتا ہے؟ ہاں خُدا انسان کو بحال کرنے اور اپنے

مقاصد کو پورا کرنے کے لئے دُنیا کی تواریخ میں مداخلت کر سکتا ہے تاکہ اس کا اقتدارِ اعلےٰ بھی قائم رہے اور انسان بچ بھی جائے۔

لہٰذا ہم پھر پوچھتے ہیں کہ کیا انسان کو گناہ اور موت سے بچانے کے لئے خدا اپنے اختیار اور محبّت کا مظاہرہ کرنے کے لئے اس دنیا میں آ سکتا ہے؟ کیا صاحبِ اختیار خُدا کا کلام مخلصی کا کلام ہو سکتا ہے؟ ہاں! یقیناً! انجیلِ مُقدّس فرماتی ہے کہ "خُدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دُنیا کا میل ملاپ کر لیا" (۲-کرنتھیوں ۵:۱۹)۔

اس حقیقت کی بنیاد جناب یسُوع مسیح کے اپنے الفاظ ہیں۔ اس کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد فلپس نامی نے جب جناب یسُوع مسیح سے کہا کہ ہمیں باپ کو دِکھا تو اُنھوں نے جواب دیا "میں اتنی مدّت سے تمہارے ساتھ ہوں، کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا، تو کیوں کر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دِکھا؟ کیا تو یقین نہیں کرتا۔ میں باپ میں ہُوں اور باپ مجھ میں ہے؟ یہ باتیں جو میں تم سے کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا لیکن باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے۔ میرا یقین کرو کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے۔ . . . . . " (یوحنّا ۱۴: ۹-۱۱)۔

نتیجہ

جب انجیلِ مُقدّس جنابِ یسُوع مسیح کو ابن اللہ کہتی ہے تو نہ ہی شِرک لازم آتا ہے، اور نہ ہی ہم کفر بکنے والے کہلائے جا سکتے ہیں۔ بلکہ برعکس اِس کے، یہ ثابت ہوتا ہے کہ خُدا اپنے مکاشفہ کے ذریعے اپنی وحدانیت، اپنے اختیار اور اپنے جاہ و جلال کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہم پر الٰہی محبّت کے وسیلہ سے بدی اور نفرت کی طاقتوں پر حکومت کرنے والا ظاہر کرتا ہے۔

دُنیا کی تواریخ کے مخصوص اوقات اور مقررہ مقامات میں خدا نے کلام کرنا اور اپنے آپ کو ظاہر کرنا پسند کیا۔ تقریباً دو ہزار سال گزرے کہ انسان کی مخلصی کے لئے زمان و مکان کی حدوں کو پار کر کے "ازلی اور ابدی مکاشفہ نے" تواریخ میں خاص جگہ حاصل کر لی۔ خُدا کی ذات کے مَظہر یعنی خُدا کے بیٹے نے جسم اختیار کیا اور ہمارے درمیان رہا۔ "وہ اُس کے جلال کے پَرتَو اور اس کی ذات کا نقش ہو کر

سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے۔ وہ گناہوں کو دھو کر عالمِ بالا پر کبریا کی دہنی طرف جا بیٹھا" (عبرانیوں ۱: ۳)۔ آسمان و زمین کا کُل اختیار اُس کے ہاتھ میں ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی انصاف کرتا ہے۔ وہ عالمِ بالا سے آیا، وہ ابدی ہے، وہ خُدا کا کلام ہے جو مجسّم ہُوا۔ اُس کا نام "یسُوع" ہے۔ کیا خُدا کے مکاشفے کا اس سے کامل تصوّر ہو سکتا ہے؟ جنابِ یسُوع مسیح کے وسیلے سے خُدا اپنے ساتھ دُنیا کا میل ملاپ کر رہا تھا۔ "کیونکہ باپ کو یہ پسند آیا کہ ساری معموری اُسی میں سکونت کرے۔ اور اُس کے خون کے سبب سے جو صلیب پر بہا صلح کر کے سب چیزوں کا اُسی کے وسیلے سے اپنے ساتھ میل کر لے" (کلسیوں ۱: ۱۹، ۲۰)۔

ختم شد

مُفصّل معلومات کیلئے انجیلِ مُقدّس کا مطالعہ کریں۔ ”حمد اور تمجید اور حکمت اور شکر اور عزّت اور قدرت اور طاقت ابدالآباد ہمارے خدا کی ہو۔ آمین“ (مکاشفہ ۷ : ۱۲)۔